وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین (الذاریات:۵۵)

خود احتسابی و اصلاح نفس کے موضوع پر

سوشل میڈیا پر نشر شدہ مضامین کا مجموعہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

طارق انور مصباحی

مدیر:

ماهنامہ پیغام شریعت(دھلی)

ابتدائیہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ الاعلیٰ وآلہ

خود احتسابی اور اصلاح نفس کے موضوع پر سلسلہ وار مضامین کی دس قسطیں رقم کی گئی ہیں۔امید کہ قارئین کے واسطے فائدہ بخش ثابت ہوں۔اصلاحی مضامین کا مقصد بھی اصلاح وتغیر احوال ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:{وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ}(سورہ ذاریات: آیت55)

چوں کہ لوگ امور قبیحہ کی قباحت وبرائی سے واقف وآشنا ہو کر بھی اسے ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ،اس لیے بعض مقام پر عادات شنیعہ کی شناعت وقباحت شدید الفاظ وعبارات میں بیان ہوئے ہیں۔

یہ بات تو صحیح ہے کہ سب لوگ راہ راست پر نہیں آ سکتے ،لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ بہت سے لوگ راہ راست پر آ جاتے ہیں۔طبیب حاذق مرض کی شدت وضعف کا لحاظ کر کے دوائیں تجویز کرتا ہے۔

اگر مرض شدید ہو،اور دوا ہلکی دی جائے تو حال ہوگا کہ: ع/ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

درحقیقت میرے الفاظ سخت نہیں ، بلکہ وہ باطنی امراض اور اخلاقی بیماریاں سخت ترین ہیں ،جو اسلامی اخلاق وکردار اور مذہبی تہذیب ومعاشرت کے یکسر مخالف ہیں۔اگر اس پر بند باندھنے کی کوشش نہ کی گئی تو اخلاقی بحران پیدا ہونے کا زبردست خدشہ سامنے نظر آ تا ہے۔حد تو یہ ہے کہ لوگ قبیح عادتوں پر فخر کرنے لگے ہیں۔عجب حال ہو چکا ہے۔فسق وفجور کا ارتکاب بھی اور اس کا اعلانیہ اظہار بھی۔

ع/ شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہم نے ان مضامین میں اخلاقیات کے علاوہ معاشیات واعتقادیات ،تربیت باطن ودیگر امور پر بھی کلام کیا ہے۔الحاصل لازمی امور کو ہم نے ان دس قسطوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگر ارباب علم وفضل سے متعلق مزید کچھ موضوعات قابل بحث ہوں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی ان عناوین پر بھی خامہ فرسائی کی جائے گی ۔ دراصل کچھ لکھ دینا گرچہ یہ بھی ایک کمال ہے،لیکن منوالینا کمال درکمال ہے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو توفیق صالح ،حیات اطاعت شعار،رزق حلال اور آخرت کی بہار عطا فرمائے:

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

طارق انور مصباحی

07:صفر المظفر 1442 مطابق 25:ستمبر 2020= بروز: جمعہ

خوداحتسابی اور اصلاح نفس

مبسملا و حامدا::ومصلیا و مسلما

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط اول)

عہد ماضی میں مشائخ کرام اور اکابر علمائے کرام اپنے اسمائے گرامی کے ساتھ "فقیر" یا بعض وہ الفاظ تحریرفرماتے جس میں تواضع وانکساری بھری ہوتی تھی، مثلاعبدہ المذنب، عبدہ العاصی وغیرہ۔

اب کئی سالوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے کہ بعض لوگ اپنے ہاتھوں سے خودکومفتی، مولانا، حافظ، قاری، صوفی وغیرہ لکھتے ہیں۔اسی طرح نام دریافت کرنے پر مولانا، مفتی وغیرہ کے سابقہ یا لاحقہ کے ساتھ اپنا اسم شریف بتاتے ہیں۔بعض لوگ بڑے القاب مثلاً علامہ، مناظر اہل سنت، فاتح یورپ وافریقہ، تاج العلما وغیرہ الفاظ اپنے ناموں کے ساتھ لکھتے ہیں۔

میں نے اپنی انکھوں سے بعض مہر میں مفتی لکھا دیکھا۔اگر کسی شاگرد یا معتقد نے ایسا ہی کندہ کرا دیا ہو تو مہر بنانے کی قیمت مہر نکاح کے برابر ہرگز نہیں۔آپ لکڑی کی مہر بنائیں یا ربر کی۔بمشکل سو روپے خرچ ہوں گے۔ربر بدلنے یا لکڑی کھرچ کر پھر اسی میں نام کندہ کرانے میں اتنا خرچ بھی نہیں ہوتا۔

یہ تواضع بالکل نہیں۔خودستائی ہے۔ہماری شناخت متعدد ذرائع سے ہوسکتی ہے۔جس شہر یا ضلع کے آپ رہنے والے ہیں، اپنا انتساب اسی جگہ کی طرف کردیں تو کسی کو آپ کی شناخت میں پریشانی نہیں ہوگی، نہ ہی آپ کو اپنے نام کے ساتھ مدح وستائش ظاہر کرنے والے الفاظ کا اضافہ کرنا ہوگا۔

میں چند نام لکھتا ہوں۔ان میں ناموں کا انتساب کسی جگہ کی طرف ہے اور وہ حضرات اسی نسبت کے سبب ممتاز ہیں، بلکہ نسبت کے سبب کوئی چیز اس قدر ممتاز ہوجاتی ہے کہ شبہہ نہیں ہوتا۔درج ذیل اسمائے گرامی کو پڑھیں۔فوراً ہی اپ کو ان کے مسمیات کا تصور ہوتا جائے گا، بشرطے کہ آپ ان سے واقف ہوں۔

اجمل سلطان پوری، بیکل اتساہی، قمرالزماں خاں اعظمی۔وغیرہ

فقہائے کرام شرعی حکم بیان فرمائیں کہ جو لوگ اپنے ناموں کے ساتھ خود سے مفتی، علامہ وغیرہ لکھتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تواضع کے خلاف ہے یا نہیں؟

بعض حضرات کو ان کے تلامذہ یا معتقدین ومریدین غوث زماں، واصل الی اللہ، زندہ ولی ان کے سامنے کہتے ہیں، یا ان کو اطلاع ہوتی ہے، پھر بھی وہ منع نہیں کرتے۔

سوال یہ ہے کہ جب وہ غوث زماں نہیں ہیں تو ان کا اپنے عقیدت مندوں کو منع نہ کرنا، بلکہ اپنے دل میں خوشی محسوس کرنا اور خود کو غوث وقطب کہلانے پر راضی ہونا شرعی طور پر کیسا ہے؟

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں تواضع اختیار کرنے کا حکم آیا۔اپنے تزکیہ سے منع فرمایا گیا۔

فلا تزکوا انفسکم (سورہ نجم:ایت 32)اسی تزکیہ کے سبب بہت سے نام رکھنا ممنوع قرار پایا۔

آج واٹس ایپ میں نام دیکھ لیں۔ بہت سے لوگ اپنے ناموں کے ساتھ مفتی،مولانا،حافظ،قاری وغیرہ القاب لکھتے ہیں۔اس کی کوئی حاجت نہیں۔آپ اپنا تشخص کسی دوسرے طریقے سے بھی ظاہر فرما سکتے ہیں۔آج سے پچیس سال قبل ملک بھر میں بمشکل پچیس/تیس علما کو مفتی کہا جاتا تھا۔آج کل تو شاید ملک بھر میں پانچ دس ہزار لوگ اپنے ناموں کے ساتھ مفتی لکھتے اور کہتے ہیں۔صرف پچیس سال بعد ہمیں یہ ترقی دیکھنے کو مل رہی ہے۔

متعدد نو عمروں کے ساتھ افضل الفقہا،فقیہ اعظم اور نہ جانے کتنے عظیم القاب استعمال ہوتے ہیں،لیکن وہ لوگ لکھنے والوں کو منع نہیں کرتے۔اس سے ان کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے۔جب کہ ان کے اساتذہ کرام کو آج بھی محض "مولانا" کے عام لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ تحریر نفس امارہ پر ایک ضرب شدید ہے۔اگر کسی کا نفس اپنی ان حرکتوں پر شرمسار ہوا تو سمجھو کہ وہ ترقی کی راہ پر ہے اور نفس لوامہ کی جانب قدم بڑھتا جا رہا ہے۔اگر کسی کو غصہ آئے تو سمجھیں کہ وہ نفس امارہ کے دلدل میں پھنس کر دُلدُل بن چکا ہے۔اب اس کے لیے سب مل کر دعائیں کریں کہ اس مرض مہلک سے نجات پا سکے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق حسن عطا فرمائے:(آمین)

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:30:اگست 2020

☆☆☆☆☆

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''حدیث میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(من قال انا عالم فھو جاھل)

(رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما بسند حسن)

(جو اپنے آپ کو عالم کہے،وہ جاہل ہے۔(امام طبرانی نے''الاوسط''میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

ہاں،اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو،اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف،اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں،ہدایت پائیں،اپنا عالم ہونا ظاہر کرے،تو مضائقہ نہیں،جیسے سیدنا یوسف علیٰ نبینا

الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا:(انی حفیظ علیم)(بے شک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ت)، پھر یہ بھی سچے عالموں کے لیے ہے‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد 23 ص 726- جامعہ نظامیہ لاہور)

الحاصل بوقت ضرورت عالم کو اپنے عالم ہونے کا ذکر کرنا جائز ہے۔ بلاضرورت یہ خودستائی ہے۔لوگ آج کل اپنے ہاتھوں سے خود کو افضل العلما، تاج العلما، بدر العلما لکھنے لگے۔ یہ تواضع کے خلاف ہے۔

امام احمد رضا قادری کے تلمیذ وخلیفہ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

’’ایسے نام جن میں تزکیہ نفس اور خودستائی نکلتی ہے، ان کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل ڈالا۔ برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا کہ: اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرو۔

شمس الدین، زین الدین، محی الدین، فخر الدین، نصیر الدین، سراج الدین، نظام الدین، قطب الدین، وغیرہا اسما جن کے اندر خودستائی اور بڑی زبردست تعریف پائی جاتی ہے، نہیں رکھنے چاہئے۔

رہا یہ کہ بزرگان دین وائمہ سابقین کو ان ناموں سے یاد کیا جاتا ہے تو یہ جاننا چاہئے کہ ان حضرات کے نام یہ نہ تھے، بلکہ یہ ان کے القاب ہیں کہ جب وہ حضرات مراتب علیہ اور مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو اس طرح کہا، اور یہاں ایک جاہل اور ان پڑھ جو ابھی پیدا ہوا، اور اس نے دین کی ابھی کوئی خدمت نہیں کی، اتنے بڑے بڑے الفاظ فخیمہ سے یاد کیا جانے لگا۔

امام محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالیٰ باوجود اس جلالت شان کے، ان کو اگر محی الدین کہا جاتا تو انکار فرماتے اور کہتے جو مجھے محی الدین نام سے بلائے، اس کو میری طرف سے اجازت نہیں‘‘۔(ردالمحتار)

(بہار شریعت: حصہ 16 ص 604- مکتبۃ المدینہ)

☆☆☆☆☆

مبسملا و حامدا::ومصلیا و مسلما

آ ؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط دوم)

عدم تحمل اور رواداری کا فقدان

عدم تحمل اسلامی نظریہ اخوت کے متصادم ہے اور عقد مواخات کے صریح متناقص ہے۔جب ہجرت کے بعد حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ انصار و مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان عقد مواخات قائم فرمایا تو حضرات صحابہ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایسی فراخ دلی دکھائی کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اگر کسی انصاری صحابی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اسے اپنے مہاجر بھائی کے عقد نکاح میں دینے کی پیش کش کی۔بعض نے اپنی جائیداد کا نصف حصہ اپنے مہاجر بھائی کو دینے کا ارادہ کیا۔

عقد مواخات کے حیرت انگیز واقعات،خیر خواہی کے وسیع جذبات،اخوت اسلامی کے پاکیزہ احساسات اور تعاون باہمی کے پرکشش حکایات سے اسلامی تاریخ لبریز نظر آتی ہے۔

حالیہ تیس سالوں میں یعنی 1990 کے بعد ہمارا یعنی جماعت علما کا اخلاقی معیار اور حسن کردار برق رفتاری کے ساتھ زوال پذیر ہوتا گیا۔عدم تحمل اس منزل میں آ چکا ہے کہ کم از کم پانچ فی صد علما ضرور اس وبائی مرض کے شکار ہیں۔ہم کسی عالم کو ترقی کرتا دیکھنا نہیں چاہتے۔اگر اس کی ترقی وخوش حالی میں ہمارا کردار لازمی حیثیت رکھتا ہو تو ہم اسے ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں،کیوں کہ ہمیں اس کی بھلائی منظور نہیں۔

اگر اپنی ذاتی کاوشوں کے سبب اس کی زندگی نعمتوں سے سج دھج گئی تو ہمارے سینوں پر ناگ سانپ لوٹنے لگتا ہے۔یہی عدم تحمل ہے۔اب ہم اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈی کرنے کے لیے اس کی بدگوئی،عیب جوئی ،بدخواہی،اور اس کے بغض وحسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ابھی تک تو یہیں تک معاملہ پہنچا ہے۔اگر اس بدفکری اور کج عقلی کی تذلیل وتحقیر اور ایسی فاسد فکروں کو سر عام رسوا نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں کہ کوئی،کسی دوسرے کی ترقی وخوش حالی،عزت وقبولیت اور اس کے اوپر نعمت خداوندی کی بارش دیکھ کر قوت برداشت کھو بیٹھے اور جب اپنی محرومی کا احساس شدید ونا قابل برداشت ہو جائے تو وہ پھانسی کے پھندے کو چوم لے اور چند لمحوں بعد یہ خبر گشت کرنے لگے کہ حضور عالی کسی سبب سے ماؤف العقل ہو گئے اور اپنی جان،جان آفریں کے سپرد فرما گئے۔

دراصل ایسے شیطانی نظریات اور ابلیسی خیالات واجب القتل ہیں۔ان امور قبیحہ اور افعال شنیعہ کی قباحت وشناعت بیان کی جائے،تا کہ اصحاب جبہ ودستاران مہلک امراض میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں اور قوم کو بھی محفوظ رکھیں۔واضح رہے کہ ان افعال شنیعہ میں ہر غیر معصوم مبتلا ہوسکتا ہے،گر چہ وہ بہت مقرب بندہ کیوں نہ ہو۔ہمیں ابلیس کی تاریخ بھی معلوم ہے اور بلعم باعور کا واقعہ بھی۔

جب غیر معصوم مقربین کفر وارتداد میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو کسی ناجائز یا حرام امر میں کیوں نہیں مبتلا ہو سکتے ہیں۔اگر کوئی پیر یا عالم کسی ناجائز امر میں مبتلا ہے تو وہ ناجائز امر جائز نہیں ہوگا،بلکہ ناجائز ہی رہے گا،پس غلط امر میں کسی پیر یا عالم کی طاعت نہ کی جائے: **لا طاعة فی معصیة الخالق**

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:02:ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا و حامدا::ومصليا و مسلما

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط سوم)

پوزیشن یافتگان اور غیر اسلامی کردار

ہر مسلمان محکوم ہے اور اسلام حاکم ہے۔اسلام ہر بندے سے سر بلند ہے۔اسلام سے سر بلند کوئی نہیں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہوا: {الاسلام یعلوا و لا یعلی} (صحیح بخاری)

علمائے اسلام، مشائخ عظام وائمہ ذوی الاحترام میں سے ہر کوئی حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے اور سنت نبویہ کے متبع و پیروکار ہیں۔ان میں سے کوئی بھی ہرگز یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ ان کو فرعون ونمرود اور ہامان وشداد کا پیروکار بتایا جائے۔

اس جماعت خوباں میں چند ایسے ناخوب بھی ہیں کہ ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر شک گزرتا ہے کہ انہوں نے اسلام کا باب الاخلاق پڑھا ہے یا نہیں؟

یہ لوگ اصحاب ثروت کے سامنے انتہائی متواضع، شریف الطبع وکریم النفس بن جاتے ہیں، لیکن اپنے ہی طبقہ یعنی اصاغر علما اور چھوٹے پیروں کے سامنے فرعونی غرور اور نمرودی کردار کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

وہ دیگر علما وحفاظ کو بہت ہی کم تر اور حقیر سمجھتے ہیں۔اگر ان پوزیشن یافتگان کی خدمت بے برکت میں کسی عالم وحافظ نے اپنی کوئی ضرورت پیش کر دی تو ان کے حق میں ان کی بد اخلاقی قابل دید ہوتی ہے۔

برہمن قوم شودروں اور دلتوں کو حیوانوں سے بدتر اور اچھوت سمجھتی ہے۔ان پوزیشن یافتگان کے دماغ خسیس وقلب پر حشیش میں بھی برہمنیت کے کیڑے ڈنک مارتے رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ کوئی اسی وقت تک قابل تعظیم ہے جب تک وہ اعلانیہ فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو۔صرف چوری کرنا گناہ نہیں اور بھی بہت سے امور گناہ ہیں، جن کو اعلانیہ کرنے والا فاسق معلن ہے۔

اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی اخلاق وکردار کے باب میں تمام مامورات سنن ومستحبات میں سے نہیں، بلکہ بعض واجبات میں سے بھی ہیں۔اسی طرح باب اخلاق کے منہیات وممنوعات میں سے سب کچھ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی نہیں، بلکہ بعض مکروہ تحریمی اور حرام بھی ہیں۔غرور وگھمنڈ، کبر ونخوت، کسی کی تذلیل و تحقیر، کسی پر ظلم وستم خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی نہیں، بلکہ ناجائز وحرام ہیں۔

حاکم کوفہ حجاج بن یوسف ثقفی بھی بڑا عالم وفاضل تھا، لیکن اس کے ظلم وستم کے سبب اس کا شمار جماعت

علما میں نہیں ہوتا۔قرآن شریف پر اعراب اسی نے لگوایا تھا۔فتح سندھ کا سہرا بھی اسی کے سر جاتا ہے۔

بعض پوزیشن یافتگان دوسرے علما کو مار پیٹ بھی کرواتے ہیں۔اس قسم کے متعدد واقعات کا علم مجھے ہے۔فرعون ونمرود کے ان جانشینوں میں چند پیر، کچھ مولوی، عظیم مساجد کے بعض ائمہ اور مدارس اسلامیہ کے چند ناظمین شامل ہیں۔بعض ناظمین مدارس تو ایسے قبیح الفکر ہیں کہ وہ اپنے مدرسے کے مدرسین کو تو اپنا زرخرید غلام سمجھتے ہی ہیں، ساتھ ہی ساتھ اپنے علاقہ بھر کے علما وحفاظ کو بھی اپنا غلام بے دام سمجھتے ہیں۔

ان لوگوں کا یہ غلط رویہ اپنے سے کمزور علما اور غریب وکمزور عوام کے ساتھ ہوتا ہے۔اسلامی اخلاق وکردار کی صریح خلاف ورزی، اور پھر شرم وحیا بھی نہیں، بلکہ اپنی ان حرکتوں کو قابل فخر شمار کرتے ہیں۔

یہی پوزیشن یافتگان ارباب ثروت واصحاب دولت کے سامنے دبے لچے رہتے ہیں۔کسی ناجائز وحرام کام پر بھی وہ ان کی فہمائش کی جرأت نہیں کر پاتے۔جب کہ دیگر علما کو یہ لوگ ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں۔

اپنے اصاغرین اور کمزور مومنین کے سامنے ان کا جلال اکبری چنگیز وہلاکو کو شرمسار کردیتا ہے۔شاید دنیا کے کسی عجائب خانے یا کسی چڑیا گھر میں کسی حیوان کی حرکتیں بھی اس قدر تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں ہوں گی۔

خیر! ڈانٹ ڈپٹ تو غلط ہونے کے باوجود کسی قدر قابل برداشت ہے، لیکن جو لوگ مار پیٹ کراتے ہیں ، کیا اس کو بھی نظر انداز کر دیا جائے ، پھر ایسے شریروں کا قدم قتل وخون ریزی کی طرف بڑھنے میں کیا رکاوٹ ہوگی۔

بعض علمائے کرام کو لگتا ہوگا کہ میں کوئی مفروضہ بیان کر رہا ہوں ، یا کوئی پہیلی بتا رہا ہوں یا خواب کی کہانی یا اپنے ذہن میں خود ساختہ کوئی افسانہ سنا رہا ہوں۔نہیں بھائی! یہ سب زیب داستاں نہیں۔بہت کچھ چل رہا ہے۔

بہت سے خون خوار درندے بھی جبہ ودستار میں ہوتے ہیں اور بہت سے بد مذہب سنی کی شکل وصورت میں۔اسی طرح بہت سے غیر مسلم عالمانہ شکل وصورت میں۔بہت سے غیر مسلم مسلمانوں کی صورت میں۔

کسی بھی غلط کام کو اعلانیہ طور پر غلط کہا جاتا ہے، تب غلط کار اس سے پیچھے ہٹتا ہے، یا پھر لوگ اس سے بچنے کی ترکیب نکالتے ہیں۔اہل حکومت کے خلاف احتجاج، مظاہرے، ہڑتال، بائیکاٹ وغیرہ کر کے اپنی ناراضگی ظاہر کی جاتی ہے۔جب عوامی دباؤ بڑھ جاتا ہے، تب حکومتیں پیچھے ہٹنے لگتی ہیں۔

اصحاب جبہ و دستار کے خلاف کچھ نہیں ہوتا تو کم از کم نظریاتی، تحریری وتقریری طور پر امور شنیعہ کی شناعت بیان کی جائے۔کسی کا نام نہ لیا جائے ، نہ کسی کی طرف اشارہ ہو، بلکہ ان جرائم شنیعہ کی شناعت وقباحت بیان کی جائے۔جب عوام وخواص ایسے جرائم کو قابل نفرت سمجھنے لگیں گے تو یہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ان مجرموں کے ہر غیر شرعی امر کی غلط تاویل وتوضیح کر کے اسے موافق شرع ثابت کر دیا جائے ، بلکہ یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔صرف اس پر مہر قبولیت لگانا باقی ہے اور شرع شریف کی عدم

موافقت کے سبب مہر قبولیت کا امکان ہی خارج از باب ہے۔خواہ کسی کے احباب و متعلقین جس قدر کثیر باطل تاویلیں کرلیں۔دراصل کسی غیر معصوم کو معصوم سمجھ لینا ہی غلط ہے۔معلوم نہیں چند صدیوں بعد کیا حال ہوگا۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:04:ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط چہارم)

مدارس اسلامیہ کے فارغین کی کثرت کے سبب ارباب مساجد واصحاب مدارس کوامامت وتدریس کے لیےکسی کی تلاش وجستجو کی ضرورت باقی نہ رہی۔ایک ڈھونڈو، ہزار ملتے ہیں۔قوم نے سمجھ لیا ہے کہ بے نیازی اورتوکل علی اللہ کی تعلیم دہندہ جماعت ہمارے نیاز منداور ہمارے سہارے پر ہیں۔

فارغین بھی مدارس ومساجد چھوڑ کر کہاں جائیں۔ان کے پاس کسب معاش کا کوئی ہنر نہیں۔اگر کوئی تنظیم وتحریک ان کو ہنرمند بنانے کی کوشش کرتی تو ایک بڑا کام ہوجاتا۔

بہانہ بازی اورحیلہ سازی

اس قدر مساجد ومدارس نہیں کہ تمام فارغین کی گنجائش ہوسکے۔بعض فارغین کئی کئی ماہ کسی مناسب جگہ کے انتظار میں بے روزگار اپنی زندگی گزارتے ہیں۔کثرت تعداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبان مدارس ومتولیان مساجد انہیں قلیل مشاہرہ دیتے ہیں اوران کواسی پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔قوم کو سوچنا چاہئے کہ مساجد کی تعمیر پر کروڑوں روپے خرچ کرنا ثواب ہےتو دین خداوندی کی خدمت بجالانے والوں کی کفالت بھی کار ثواب ہے۔

بسااوقات اہل مساجد تعمیر مسجد کا بہانہ کر کے امام ومؤذن کے لیےقلیل بدل خدمت متعین کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا مسجد کی تعمیر کے سبب اہل محلّہ نے ایک وقت کھانا ترک کردیا ہے؟ جب مسجد باشندگان محلّہ کی دینی ضرورتوں کی تکمیل کے واسطےتعمیر ہوتی ہےتو اہل محلّہ کومشقت برداشت کرنی چاہئے۔امام ومؤذن آج ہیں،کل نہیں رہیں گے۔تعمیر مسجد کے سبب امام ومؤذن کو کیوں مشقت میں مبتلا کیا جاتا ہے؟

تعمیر مسجد کے سبب امام ومؤذن کے شکم پر پتھر باندھنا یقیناً ظلم اورانسانیت سوز حرکت ہے۔متولیان مساجد وارکان کمیٹی کواپنے اخراجات کم کرنے چاہئے،نہ کہ امام ومؤذن پرتعمیر مسجد کا بوجھ ڈالیں۔اگر تمام اہل محلّہ مشقت برداشت کریں تو مشقت تقسیم ہوجائے گی اور ہر ایک کے حصے میں مختصر سی مشقت آئے گی۔

قلت مشاہرہ کےسبب حالات کنٹرول سے باہر

بعض مساجد میں امام وخطیب کودو،تین ہزار مشاہرہ دیا جاتا ہے۔یقیناً اس مہنگائی کے عالم میں اس قلیل رقم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔کسی کو بخار لگ جائے تو علاج پر تین چار ہزار روپےخرچ ہوجاتے ہیں۔قلت مشاہرہ کے سبب اگر ان خدام دین متین کا قدم پھسلتا ہے تو اس کے ذمہ دار اہل مساجد ہوں گے۔ایسی مجبوری کی

صورت میں بعض ائمہ مساجد قرآن خوانی کا سہارا لیتے ہیں۔دینی امور میں اجرت کا جواز تعلیم دین،اذان اور امامت جیسے ضروری امور سے متعلق ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد 19 ص 486-جامعہ نظامیہ لاہور)

دیگر امور میں فقہائے کرام جواز کی ایک صورت اجارہ کی شکل میں بیان فرماتے ہیں۔اجارہ ایک عقد ہے،جس کا انعقاد طرفین کی رضا مندی سے ہوگا۔محض کسی فریق نے اجارہ کا تصور کرلیا اوراپنے دل میں اجارہ کی نیت کرلی تو اس طرح عقد اجارہ منعقد نہیں ہوگا۔قرآن خوانی پارٹی کا لیڈر صاحب مکان کو کہے کہ پانچ ائمہ کرام آپ کے یہاں ایک گھنٹہ کا وقت دیں گے،آپ ان سے جو مناسب خدمت لینا چاہیں،لے سکتے ہیں۔اس کے بدلے آپ کو اتنی رقم دینی ہوگی،اور تلاوت قرآن ایک عبادت ہے۔اس کی کوئی اجرت نہیں۔

اب اہل خانہ ان ائمہ کرام کو متعینہ وقت میں تلاوت قرآن کرنے کہیں تو یہ غلط نہیں۔

اگر عقد اجارہ نہ کریں تو ''المعہود کالمشروط'' کا حکم نافذ ہوگا اور جواز کی صورت مفقود ہوگی۔

جو علمائے کرام رمضان میں تراویح کے واسطے حفاظ کرام کو بھیجتے ہیں،ان کو بھی چاہئے کہ متولیان مساجد سے صریح لفظوں میں بات کریں کہ تراویح ایک عبادت ہے۔اس پر کوئی اجرت نہیں،لیکن حافظ صاحب آپ کے یہاں ایک ماہ وقت دیں گے،آپ ان سے کوئی مناسب خدمت لے سکتے ہیں اوراس کے عوض آپ کو اتنی رقم دینی ہوگی۔پھر اہل مسجد سے ان سے تراویح پڑھوائیں تو یہ غلط نہیں۔

اگر شرم وحیا کرتے رہیں تو پھر''المعہود کالمشروط'' کے حکم سے نجات کی راہ نظر نہیں آتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اعلانیہ کہہ دیا جائے کہ قرآن خوانی یا تراویح کے عوض کچھ نہیں چاہئے،پھر لوگ بطور نذر کچھ دے دیں تو یہ اجرت نہیں،بلکہ تحفہ اور ہدیہ ہے۔یہ جائز صورت ہے۔

مساجد ومدارس میں مشاہرہ کے اضافہ کی کوشش کی جائے اور فارغین کو ہنرمند بنا کر رزق حلال کا ذریعہ مہیا کیا جائے۔تعویذات پر اجرت کی اجازت ہے۔اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور جہاں جواز کی راہ نہیں،اسے لوگ معیوب نہیں سمجھتے۔تعویذ اور جھاڑ پھونک کا مقصد عبادت نہیں،بلکہ دفع مصیبت کے لیے یہ کام کیا جاتا ہے۔

وعظ،نعت خوانی،قرآن خوانی کی اجرت کا حکم

امام احمد رضا قادری نے قرآن خوانی سے متعلق تفصیلی احکام''فتاویٰ رضویہ''(جلد 19 ص 486،ص 495-جامعہ نظامیہ لاہور)میں رقم فرمایا ہے۔وہاں اجارہ اور انکار اجرت کی صورت کا تفصیلی بیان ہے۔

امام احمد رضا قادری نے''فتاویٰ رضویہ''(جلد 19 ص 538،ص 435-لاہور)میں وعظ کی اجرت کو جائز قرار دیا۔نعت خوانی کی اجرت کے عدم جواز کا بیان''فتاویٰ رضویہ''(جلد 23 ص 725)میں ہے۔

غلط خوراک سے پرہیز کریں

مدارس اسلامیہ میں مختلف قسم کے صدقات واجبہ آتے ہیں، ناظمین مدارس کو چاہئے کہ حیلہ شرعی کے بغیر اساتذۂ کرام کے لیے ان صدقات واجبہ کا استعمال نہ کریں۔

جب رہبران شریعت اور قائدین امت کے رزق میں آمیزش ہوگی تو ان کا قلب نفیس وطیب باقی نہ رہ سکے گا، حالاں کہ پاکیزہ قلوب سے امت کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔

ارباب ثروت کے نام ایک اہم پیغام

اگر چند اہل ثروت اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے کسی عالم وحافظ کو مناسب بدل خدمت پر مقرر کرلیں تو وہ متعینہ وقت پر ان کے بچوں کو دینی تعلیم دے سکتے ہیں، ان کی عمدہ دینی تربیت کرسکتے ہیں اور بہت سے علما وحفاظ کی کفالت بھی اس طرح ہوسکتی ہے۔

اس طرح دینی تعلیم کا فروغ بھی ہوگا اور ہر مسلمان بچہ اسلامی فکر ونظر کا حامل ہوگا۔ وہ اسلامی آداب وثقافت سے واقف وآشنا اور عمدہ تربیت کے سبب اس پر عمل پیرا ہوگا۔ عہد ماضی میں سلاطین وحکام اور امرا ورؤسا اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اتالیق مقرر کرتے تھے، اور ان کی مکمل کفالت کرتے تھے۔

ہم مسلمانوں کا نظریہ ہی غلط ہو چکا ہے۔ ہم لوگ انگریزی تعلیم کے لیے اور اس کے ٹیوشن کے لیے خطیر رقم خرچ کرتے ہیں، لیکن جب دینی تعلیم کے ٹیوشن کے واسطے کسی استاد کو مقرر کرنا ہو تو دو چار سو سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی، حالاں کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت پر جو کچھ بھی آپ خرچ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ آپ کے بچے بھی دینی احکام سے واقف وآشنا ہوسکیں گے، اور ہماری موت کے بعد ہمارے لیے دعائے خیر کریں گے۔

ارباب ثروت عام طور پر اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے واسطے مسجد یا مکتب میں نہیں بھیجتے، کیوں کہ وہ ان کے شایان شان نہیں۔ اسی طرح اگر ایک کروڑ پتی اپنے بچوں کے دینی معلم کو ماہانہ پانچ سو روپے دے تو یہ بھی ان کے شایان شان نہیں۔ آپ معلم کی حیثیت کو نہ دیکھیں، اپنی عظیم حیثیت کو دیکھ کر معلم کی خدمت کریں۔

آپ ہر جگہ اپنی حیثیت دیکھتے ہیں۔ جب اپنے بچوں کی شادی کرنی ہو تو اپنی شان کے مطابق شادی ہال بک کرتے ہیں۔ اپنے بچوں کے کپڑے، اسکول وغیرہ امور کا انتخاب اپنی شان وعظمت کے موافق کرتے ہیں تو اپنے بچوں کے دینی معلمین اور اپنے ائمہ ومؤذنین کے ساتھ بھی اپنی شان کے مطابق سلوک کریں۔

شادی میں کروڑوں روپے خرچ کریں گے اور نکاح خوانی کا نذرانہ پانچ سو سے آگے نہیں بڑھ سکے گا: الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

اسکلز سنٹر کا قیام

اگر ملک کے مختلف علاقوں میں چند باحوصلہ ارباب ثروت فارغین مدارس کے لیے کسی معاشی تربیت گاہ کا نظم کرتے، جہاں ان کو کچھ دستکاری، معاشی ہنر وغیرہ سکھایا جاتا اور فارغین کسب معاش کے لیے اسے اپناتے تو یہ بہت بہتر ہوتا۔ یہ فارغین جس معاشی شعبہ میں جاتے، کم از کم اس شعبہ کے منسلکین کی صالح رہنمائی کر سکتے تھے۔

وہ علمائے کرام جن کے اثرات قوم پر ہیں، ان کو چاہئے کہ متولیان مساجد اور ناظمین مدارس کو ائمہ و مدرسین کے مناسب بدل خدمت کی ترغیب دیں۔ اسی طرح فارغین مدارس کو ہنرمند بنانے کی رائے پر بھی غور فرمائیں۔

ارباب مدارس محنت ومشقت اور جاں فشانی کر کے قوم کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ سارا بوجھ مدارس پر ڈالنا مناسب نہیں۔ دیگر تنظیمیں بھی کچھ پیش قدمی کریں: {**لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرًا**}

عہد حاضر میں تعلیم ایک بڑی تجارت بن چکی ہے۔ پرائیویٹ اسکول وکالج تجارتی مقصد سے قائم ہوتے ہیں۔ بچوں سے ماہانہ فیس اور ایڈمیشن فیس کے طور پر کثیر رقم وصول کی جاتی ہے۔ ذمہ داروں کو اچھے منافع حاصل ہوتے ہیں۔ ارباب مدارس سے بھی بصد ادب عرض ہے کہ مدارس اسلامیہ میں بھی تعلیم وتربیت، خورد ونوش اور رہائش گاہ وغیرہ کا عمدہ نظم فرمائیں اور صاحب استطاعت بچوں سے فیس لیں۔ غریب والدین بھی اپنے بچوں کو پرائیویٹ اسکول میں داخل کرتے ہیں تو مہنگی فیس ادا کرتے ہیں۔

اگر اہل مدارس بھی فیس کا سلسلہ شروع فرما دیں تو پبلک کلیکشن اور عوامی چندہ کی ضرورت نہ پڑے۔ ایک مشکل یہ درپیش ہوگی کہ جو لوگ کمیشن کے ذریعہ اپنے معاشی فنڈ میں کچھ قوت پیدا کر لیتے ہیں، ان کا ذریعہ بند ہو جائے گا۔ اس کے تدارک کی کوئی راہ نکالنی ہوگی۔ واضح رہے کہ محصلین کی اجرت ایک متعین حد تک جائز ہے۔ شریعت اسلامیہ نے جن امور کی اجازت دی ہے، ان پر انگشت نمائی کر کے ہم اپنی آخرت تباہ نہیں کر سکتے۔ ہم یہاں ان امور پر بحث کر رہے ہیں جن کو دین اسلام نے غلط قرار دیا ہے۔

حاصل بحث یہی ہے کہ فارغین مدارس کا بے ہنر ہونا بسا اوقات خود ان کی باطنی نفاست اور روحانی بالیدگی کے لیے مضر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو ترکیب میں نے رقم کی ہے، اسی پر عمل ہو۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ فارغین مدارس کے ہاتھ میں کوئی بہتر ذریعہ معاش دیا جائے، تا کہ وہ رزق مخدوش اور خوراک مشکوک سے بچ سکیں۔ ہر کوئی اپنی آخرت کی فکر کرے۔ دنیا چند روزہ سفر کا نام ہے: واللہ الہادی وہو الموفق

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 11: ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا وحامدا ::ومصلیا ومسلما

آؤ!اپنی اصلاح کریں

(قسط پنجم)

علم اور ہنر دو چیزیں ہیں۔نظم ونثر میں دونوں کا ایک ساتھ استعمال ہونے سے ایسا لگتا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہے،حالاں کہ ایسا نہیں۔علم انسانیت کی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے اور ہنر انسان کی معاشی زندگی کو سہارا دیتا ہے۔ہمیں علم کے ساتھ ہنر بھی سیکھنا چاہئے،تا کہ ہماری شخصیت بھی نکھر جائے اور معاش بھی بہتر ہو۔

غلط تصورات اوراحساس مرعوبیت

بہت سے نوجوان جو کسی پیشہ اور روزگار سے وابستہ رہتے ہیں،جب وہ دعوت اسلامی،یا کسی دعوتی وتبلیغی تحریک سے منسلک ہو جاتے ہیں تو وہ اپنا لباس اور حلیہ بدل لیتے ہیں۔وہ اپنے چہروں پر داڑھی بھی سجا لیتے ہیں اور اسلامی لباس بھی زیب تن کرتے ہیں۔گر چہ ان میں سے بعض لوگ اپنی ڈیوٹی کے وقت مروجہ لباس ہی پہنتے ہوں۔بہت سے مسلم تاجر،ڈاکٹر،انجنیر ،پروفیسر،ممبران اسمبلی،ممبران پارلیامنٹ اور دیگر شعبہ جات کے وابستگان بھی اسلامی وضع قطع میں رہتے ہیں۔

فارغین مدارس جب دیگر میدانوں کا رخ کرتے ہیں تو ان میں سے بعض حضرات عالمانہ وضع قطع سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔یہ احساس مرعوبیت ہے جوان کو اس منزل تک لے جاتا ہے۔وہ خود کو احساس کمتری میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ان کی صالح تربیت اور ذہن سازی کی ضرورت ہے۔وہ جدید ماحول کے دوست واحباب کو برتر اور خود کو کم تر سمجھنے لگنے ہیں،پھر ہر امر میں ان کی پیروی کر کے ان کے ہم رتبہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں،حالاں کہ وہ عالم وفاضل ہونے کے سبب اپنے نئے احباب سے ممتاز ومنفرد ہوتے ہیں۔

اگر فارغین مدارس دیگر شعبہ ہائے حیات میں بھی خود کو مذہبی قائد ورہنما سمجھیں تو نہ وہ قائدانہ شعار کو ترک کریں گے،نہ ہی ان کے احباب ومتعلقین ان کی عزت وتکریم میں کچھ کمی کر سکتے ہیں۔

وہ یونیورسٹی وکالج یا کسی پیشہ ورانہ شعبہ میں جاتے ہیں تو خود کو اپنے احباب کے مساوی ومماثل بنانے کا تصوران کے ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے،پھر وہ اپنے وضع قطع سے دور ہونے لگتے ہیں،حالاں کہ ان کو سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے دینی علم وفضل کے سبب اپنے شعبہ کے دیگر افراد سے ممتاز ہیں،اور ہمیں اپنی امتیازی شان اور اپنے تشخص کے ساتھ رہنا چاہئے،تا کہ دیگر احباب ہم سے دینی رہنمائی کے لیے رابطہ کریں اور ہم سے دینی استفادہ کریں۔

ہم نے فارغین مدارس کومختلف روزگار سے منسلک ہونے کا مشورہ اس لیے دیا ہے کہ وہ ان شعبہ جات کے وابستگان کے ایمان وعمل کا تحفظ بھی کریں اور خوش حالی کی زندگی بھی بسر کرسکیں۔

جب وہ اپنے روزگار کے منسلکین کی مذہبی قیادت ورہنمائی کا فریضہ بھی اپنے سر لے لیں گے اور اپنے دل میں اس کا پختہ عزم کرلیں گےتو ان شاءاللہ تعالیٰ وہ اپنے لیے اسلامی وضع قطع کو ترجیح دیں گے اور ان کی علمی قوت وصلاحیت بھی فنا نہیں ہوسکے گی، کیوں کہ اپنے وابستگان ومتعلقین کی شرعی رہنمائی کے لیے ان فارغین کو دینی علوم سے وابستگی رکھنی ہوگی۔

عام مسلمین منطق وفلسفہ، نحو وصرف اور عربی زبان وادب کے مسائل دریافت نہیں کرتے، لیکن قرآن، حدیث، تفسیر، اعتقادی مسائل، فقہی مسائل وفتاویٰ، سیرت وسوانح، تاریخ اسلام وغیرہ سے متعلق سوال ضرور کرتے ہیں۔ دراصل یہی سب دینی علوم ہیں کہ جن سے آپ کا ربط وتعلق یقیناً قائم رہے گا۔

بالفرض اگر آپ کے پاس اتنی فرصت نہ ہو کہ تمام سوالوں کے جواب تلاش کرسکیں تو کسی معتبر عالم دین کو مقرر فرمالیں۔ وائس ریکارڈ کے ذریعہ اپنے سوالات انہیں بھیج دیں اور وہ آپ کو تحریری یا تقریری جواب بھیج دیں اور آپ اپنے وابستگان ومتعلقین کو جوابات سے مطلع فرمادیں۔

اس طرح آپ کے علم میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا اور قوم کے درپیش مسائل کا حل بھی ہوتا رہے گا۔ جس عالم دین کو آپ نے دینی خدمت کے واسطے مقرر کیا ہے، ان کے لیے کچھ ماہانہ وظیفہ متعین کردیں اور اپنے وابستگان میں سے کسی فرد کو ذمہ داری دے دیں کہ وہ ہر ممبر سے ماہانہ ایک متعینہ رقم حاصل کرلے۔

اس طرح جس شعبہ میں آپ رہیں گے، وہاں آپ میر محفل اور شمع انجمن رہیں گے۔ آپ مسلمانوں کی ایک جماعت کے رہبر ورہنما ہوں گے۔ وہ ایک تحریک کی شکل ہوگی، اور آپ قائد تحریک ہوں گے اور دیگر وابستگان اس تحریک کے ارکان وممبران ہوں گے۔ آپ اسے ایک تحریک کی شکل بھی دے سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا طریق کار اختیار کرنے پر ان شاءاللہ تعالیٰ آپ دینیات سے منسلک بھی رہیں گے، آپ کے علم ودانش میں اضافہ بھی ہوتا رہے گا، آپ کی زندگی بھی خوش حال ہوگی، اور آپ کسی عالم دین کی بھلائی کا سبب بھی بن سکیں گے۔ اگر کوشش کریں تو اپنے وابستگان کے ذریعہ مزید دینی خدمات بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس طرح آپ دین ودنیا دونوں کی بھلائیاں اور حسنات وبرکات حاصل کرسکتے ہیں: واللہ الہادی وہو الموفق

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 16: ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

مبسملا و حامدا :: و مصليا و مسلما

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط ششم)

اسکل سنٹر اور ٹریننگ سنٹر میں بچوں کے لیے پیشہ ورانہ کورس اور ڈپلوما وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے۔اس میں کامیابی کے بعد ملازمت کی راہ بہت آسان ہوجاتی ہے۔مشاہرہ بھی بہتر ہوتا ہے۔حکومت کی جانب سے اور پبلک کی طرف سے بھی ایسے اداروں کا قیام بہت سے بڑے شہروں میں کیا گیا ہے۔ فارغین کو چاہئے کہ یونیورسٹیز کی بجائے پیشہ ورانہ کورسز کی طرف رخ کریں۔ یونیورسٹیز میں بی اے،ایم اے کرنے والے اکثر فارغین بھی یوں ہی گشت لگاتے رہتے ہیں۔اپنے وقت کی اہمیت سمجھیں اور اپنا وقت بیکار ضائع نہ کریں۔

بعض پیشہ ورانہ کورس میں ایڈمیشن کے لیے دسویں کلاس (میٹرک) اور بعض میں ایڈمیشن کے لیے بارہویں کلاس (انٹرمیڈیٹ) کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ کو چاہئے کہ فاصلاتی طرز تعلیم کے ذریعہ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات دے کر سرٹیفکیٹ حاصل کرلیں۔

ریاستی و مرکزی حکومت کی طرف سے فاصلاتی تعلیم کا نظم ہوتا ہے۔نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ (NIOS) کا انتظام مرکزی حکومت کی طرف سے ہے۔NIOS کے اگزام سنٹر ملک بھر میں ہیں۔ سال میں دوبار امتحان ہوتا ہے۔میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے سرٹیفکیٹ اس کے ذریعہ حاصل کرلیں۔بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور عربی وفارسی لکھنو بورڈ کی سندوں کو بھی بعض انسٹی ٹیوٹ میں ایڈمیشن کے لیے قبول کرلیا جاتا ہے۔عہد طالب علمی میں انٹرنیٹ سے مزید معلومات فراہم کرلیں،اور اسی کے مطابق مستقبل کی تیاری کریں۔

پیشہ ورانہ کورسز میں ایڈمیشن فیس اور کورس فیس بھی ہوتی ہے۔مختلف کورس کی مختلف فیس ہوتی ہے۔ والدین کو چاہئے کہ اپنے بچوں کے سنہرے مستقبل کے لیے توجہ دیں اور اہل مدارس عالم کورس میں غیر ضروری کتابوں کو نصاب سے خارج فرما کر مدت تعلیم میں تخفیف کریں،تاکہ بچوں کو پیشہ ورانہ تعلیم کا موقع مل سکے۔

جہاں ایڈمیشن لینا ہو،انٹرنیٹ سے وہاں کے کورسز کی تفصیلات معلوم کرلیں۔بعض کی مدت ایک سال، بعض کی دو سال،بعض کی مدت کچھ کم وبیش ہوتی ہے۔بطور مثال چند کورسز کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کمپیوٹر ہارڈ ویر انجنیرنگ اینڈ نیٹ ورکنگ (۲) الیکٹرانکس اینڈ الیکٹریکل انجنیرنگ (۳) موبائل اینڈ ٹیلی فون ریپیرنگ ٹیکنیشین (۴) موبائل اینڈ ٹیلی فون ریپیرنگ میکانک (۵) الیکٹریکل ٹیکنیشین (۶) آٹو موبائل انجنیرنگ (۷) ایرکنڈیشننگ اینڈ ریفریجریشن انجنیرنگ۔

انٹرنیٹ پر اسکل کورسز (Skill Courses) اور ٹریننگ کورسز (Training Courses) کی تفصیل اور اپنے علاقائی ٹریننگ سنٹر کی معلومات حاصل کرلیں۔ بعض کورس/ڈپلوما میں ایڈمیشن کے لیے میٹرک/انٹرمیڈیٹ میں اختیاری مضمون سائنس ہونا لازم ہے۔ جس کورس یا ڈپلوما کو آپ اپنے لیے منتخب کرتے ہیں، عہد طالب علمی میں انٹرنیٹ سے اس کی تفصیلی معلومات حاصل کرلیں، اور پھر اسی کے مطابق تیاری کریں۔ مدارس اسلامیہ کے طلبہ اپنے اندر بیداری لائیں۔ یہ کام خود طلبہ کو کرنا ہے۔ طلبہ عہد طالب علمی سے ہی اپنے معاشی مستقبل کی فکر کریں۔ اہل مدارس آپ کی دینی تعلیم کا انتظام کردیتے ہیں، یہ ان کا احسان عظیم ہے۔ ہم ان پر زیادہ بوجھ نہیں ڈال سکتے۔ وہ بہت محنت ومشقت سے رقم جمع کر کے مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ قوم ان کی تحسین وتکریم کی بجائے ان پر اعتراض کرتی ہے۔ یہ بڑا ظلم ہے۔

مختلف شہروں میں باحوصلہ افراد اگر فارغین مدارس کے قیام وطعام کا انتظام کردیں اور ٹریننگ سنٹر میں ایڈمیشن کی سہولت مہیا کردیں تو فارغین مدارس کے لیے بہت آسانی ہوجائے، ورنہ طلبہ خود انتظام کریں۔

جن علمائے کرام وائمہ ذوی الاحترام کے پاس وسیع تعلقات ہیں، وہ اس جانب قوم کو راغب کریں۔ فارغین کی کثرت کے سبب ہمیں اہل مدارس وارباب مساجد کی غلط شرطوں کو ماننا پڑتا ہے اور بسا اوقات ہم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اپنی نسلوں کو بھی خراب کر لیتے ہیں۔

ساؤتھ انڈیا کی بہت سی مساجد میں شرط ہوتی ہے کہ امام کو اہل محلّہ اور اہل جماعت کا نکاح اور جنازہ پڑھانا ہوگا۔ اہل محلّہ میں سے بعض سنی بھی ہوتے ہیں اور بعض دیوبندی بھی۔ بعض اہل حدیث اور بعض مودودی بھی۔ امام کو سب سے سلام وکلام اور مصافحہ ومعانقہ کرنا ہے۔ سب کے یہاں دعوت بھی جانا ہے۔

شریعت کے سارے احکام بالائے طاق رکھ کر امامت کرنی ہے۔ گمراہ یا مرتد کا جنازہ پڑھے تو تجدید نکاح، تجدید ایمان اور توبہ کا حکم ہوگا۔ نکاح خوانی ونماز جنازہ عام مجلسوں میں ادا کی جاتی ہے، اس لیے اعلانیہ توبہ کا حکم ہوگا۔ تجدید نکاح میں میڈم کی ناراضگی کا خطرہ ہے اور معاملہ یوں ہی چلتا رہا تو بچے غیر ثابت النسل۔

ہمارے حصول رزق کی بعض صورتیں بھی قابل اعتراض ہیں (مثلاً قرآن خوانی، نعت خوانی وتراویح کا نذرانہ)، اور بسا اوقات ہمارے ایمان پر بھی حرف آجاتا ہے۔ اس مصیبت سے نجات کی راہ تلاش کریں۔

اگر بے ہنر علما کی تعداد کم ہوگی تو ہم اپنی شرطوں کے ساتھ مساجد ومدارس میں جائیں گے، اور غلط شرطوں کو مسترد کردیں گے، اس لیے فارغین کو ہنرمند بنایا جائے، تاکہ وہ مساجد ومدارس کے محتاج نہ رہیں۔

مدارس اسلامیہ کے اساتذۂ کرام بھی چین کا سیرپ اور سکون کا معجون کھا کر مسند پر ٹیک نہ لگائیں۔ اگر مدرسے کا ناظم ومہتمم کفر وگمرہی میں مبتلا ہوتا ہے تو آپ کو اس کی تائید کرنی ہوگی، ورنہ آپ کو بلا تامل رخصت کر

دیا جائے گا۔اہل مدارس وارباب مساجد کو مدرس وامام تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں۔فارغین کی کثرت کے سبب حال یہ ہو چکا ہے کہ ایک ڈھونڈو، ہزار ملتے ہیں۔ہمارا بے ہنر ہونا قوم کو جرأت مند بنا چکا ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مخلوط مسجدوں میں سنی امام نہ جائیں تو دیوبندی امام آئے گا، پھر سب لوگ بدمذہب ہو جائیں گے۔شرعی طور پر سوال یہ ہے کہ جب وہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ ہمارا امام دیوبندی کی نماز جنازہ بھی پڑھائے تو گویا کہ ان لوگوں نے بدمذہبوں اور مرتدین کو اہل حق سمجھ رکھا ہے تو وہ سنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔وہ صلح کلی ہوں گے۔امام ان کی غلط شرطوں کو قبول کر کے صلح کلیت کو فروغ دینے والا ہوگا، نہ کہ سنیت کا تحفظ کرنے والا۔پہلے ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں، پھر دوسروں کے ایمان کی فکر کریں: واللہ الہادی

جب ائمہ کرام ایسی مساجد میں جوائننگ سے پرہیز کریں گے تو عوام کو ہوش آئے گا اور امید ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔اپنی معیشت کے لیے اپنا دین وایمان خطرے میں نہ ڈالیں۔اللہ رزق عطا فرمائے گا۔

طارق انور مصباحی

02:صفر المظفر 1422

مطابق 20:ستمبر 2020

بروز: یک شنبہ

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط ہفتم)

ہر مومن ہمارا بھائی ہے، خواہ وہ کسی ملک کا ہو، کسی قبیلے کا ہو، مسالک اربعہ میں سے کسی فقہی مسلک یا سلاسل طریقت میں سے کسی بھی سلسلہ سے منسلک ہو۔ شرط یہ ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ماضی قریب میں امام احمد رضا قادری نے مذہب اہل سنت وجماعت کے اصول وفروع کی صحیح تشریح فرمائی ہے۔ یہ مذہب اہل سنت کے بانی نہیں، بلکہ شارح ہیں۔ یہ وہی مذہب ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربار خداوندی سے لے کر ہمارے درمیان جلوہ گر ہوئے اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی پر عمل پیرا رہے، اور سلسلہ بہ سلسلہ بلاانقطاع وہ مذہب ہم تک پہنچا اور ہم فضل الٰہی سے اس کے متبع وپیروکار ہوئے۔

ریاستی اختلاف

بھارت میں اہل سنت وجماعت کے اتحاد کی بات کی جاتی ہے اور پس پردہ ریاستی عصبیت سے بھی بعض لوگ متاثر ہیں۔ اس کو ایک پسندیدہ فیشن بنالیا گیا ہے۔ نوجوانوں کے ساتھ بعض سفید ریش بھی اس مرض مہلک میں مبتلا ہیں۔ تعجب تو اس پر ہے کہ اس خلاف شرع حرکت پر شرم وحیا بھی محسوس نہیں کرتے۔

چوں کہ ہر کوئی اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور یہ تعصب اسلامی نظریہ اخوت کے منافی ہے تو یہ تخلیقی فطرت نہیں ہوسکتی، بلکہ تخلیقی فطرت پر لادی ہوئی ایک قبیح صفت ہے، جس کا ازالہ ممکن ہے۔

دیگر ریاست کے سنی مسلمان نہ آپ کو جانتے ہیں، نہ ہی ان کو آپ سے کچھ لینا دینا ہے تو وہ آپ کا مخالف یا دشمن نہیں ہوسکتا۔ آپ کا مخالف یا دشمن وہی ہوسکتا ہے جو آپ کو جانتا ہے اور جن سے آپ کا کسی قسم کا تعلق ہے۔ خاص کر پڑوسیوں سے کسی معاملے میں اختلاف ہوجاتا ہے۔

یہ بات بدیہی ہے کہ آپ کے گاؤں، محلّہ کے لوگ آپ سے واقف وآشنا ہیں۔ ان سے کسی معاملہ میں کوئی رنجش ہوسکتی ہے۔ زمین، جائیداد، دوکان ومکان سے متعلق اختلاف ہوسکتا ہے۔ وہ آپ کی ترقی پر حسد اور آپ کی مصیبت پر خوشی کے ترانے گاسکتے ہیں۔ یہ سب روزمرہ کے مشاہدات میں سے ہیں۔

پھر بھی آپ غیر ریاستی سنی مسلمانوں سے تعصب رکھتے ہیں، حالاں کہ ان کا کوئی جرم نہیں اور آپ کے گاؤں، محلّہ کے لوگ جو آپ کے دشمن بھی ہوسکتے ہیں، وہ محض اس لیے قابل محبت ہیں کہ وہ آپ کے وطن یا ریاست کے ہیں۔ یہ اصول اسلام نے تو نہیں بتایا ہے تو پھر شیطان نے القا کیا ہوگا۔ آپ اس شیطانی نظریہ پر

عمل پیرا ہیں اور اس کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو پھر آپ کی فکر ونظر کی تذلیل و تقبیح کیوں نہ کی جائے؟

جس سے آپ کا ربط وتعلق ہوگا، وہ آپ کا دوست یا دشمن ہوسکتا ہے۔جس سے آپ کا کوئی ذاتی تعلق نہیں، وہ نہ آپ کا دوست ہوسکتا ہے، نہ دشمن۔وہ صرف آپ کا اسلامی بھائی ہے۔اسلامی رشتے کا لحاظ کریں۔

اس اخوت اسلامی کو نظر انداز کر کے ریاستی فرق کے سبب کسی سے تعصب رکھنا شیطانی نظریہ نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ شیطانی وسوسوں میں ایسے مدہوش ہیں کہ اسلامی اخوت کا تصور بھی آپ کے ذہن میں نہیں آتا۔

اگر کوئی عالم ومولوی اس کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے تو آپ بھی کیچڑ میں نہ کود پڑیں، بلکہ اس کو اس دلدل سے نکالنے کی کوشش کریں، اور اپنے کان بند رکھیں، تا کہ اس کے فکری تعفن سے آپ کا دماغ ماؤف نہ ہوجائے۔

اگر وہ شخص خلاف شرع نظریات سے رجوع پر راضی نہ ہوتو غلط لوگوں کی صحبت انسان کو غلط بنا دیتی ہے۔آپ اس سے دور بھاگیں۔قرآن وحدیث میں بھی صحبت بد سے پرہیز کرنے کا حکم ہے،اس لیے ایسے لوگوں کو ترک فرمادیں۔آپ کو خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاعت کا حکم ہے۔اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔معصیت میں کسی کی طاعت نہیں کی جاتی: **لا طاعة فی معصیة الخالق**

مکہ معظمہ سے قریباً تین سو بیس کیلومیٹر کے فاصلے پر مدینہ منورہ آباد ہے۔جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مہاجرین صحابہ کرام مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضور اقدس رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان عقد مواخات قائم فرمایا۔حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے، نہ ہی مدنی صحابہ کرام کے ہم قبیلہ تھے۔محض اسلامی اخوت کی بنیاد پر حضرات انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کفالت کی اور ہر طرح ان کا تعاون فرمایا۔ہم کو ان ہی نفوس قدسیہ کی پیروی کا حکم ہے، پھر ان کی پیروی کا حکم ہے، جو ان کے پیروکار ہیں۔

اس اخوت اسلامی کے سبب مذہب اسلام کو خوب تقویت حاصل ہوئی اور فروغ اسلام کی راہیں آسان ہوئیں۔جس طرح اخوت اسلامی کے دامن میں برکتیں ہیں، اسی طرح عصبیت جاہلی کے گریبان میں مصیبتیں ہیں۔مشربی، ریاستی، قبائلی، تحریکی، تعلیم گاہی، پیشہ جاتی اور نہ جانے کتنی قسم کی عصبیتوں سے ہم دوچار ہیں۔

قبائلی اختلاف

اسلام عالم گیر اخوت کی تعلیم دیتا ہے۔کسی قبیلہ یا خاندان تک یہ اخوت محدود نہیں۔ہر سنی مسلمان ہمارا بھائی ہے۔ایسا نہیں کہ صرف آپ کے قبیلہ اور خاندان کے لوگ آپ کے دوست اور بھائی ہیں اور دیگر قبائل کے مومنین آپ کے دشمن ہیں۔دشمن وہی ہوسکتا ہے جس کا آپ سے کچھ تعلق ہو۔اہل برادری سے آپ کا تعلق ہے اور تعلق داروں سے اتحاد اور اختلاف دونوں ممکن ہیں۔اجنبی سے نہ اتحاد ہوسکتا ہے، نہ اختلاف۔

جس کا آپ سے کچھ بھی تعلق نہیں، وہ آپ کا دشمن کیوں کر ہوسکتا ہے۔اگر آپ قبائلی عصبیت کے قابل نفرت مرض میں مبتلا ہیں اوراس سے واپس نہیں آنا چاہتے تو یاد رکھیں کہ انسانوں میں سب سے پہلا قتل بھائی نے بھائی کا کیا ہے۔وہ دونوں ہی نبی کے فرزند تھے۔ہابیل اور قابیل۔قرآن مجید میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے۔

کیا یہ دیکھ کر بھی آپ قبائلی اور خاندانی عصبیت سے دست بردار نہیں ہونا چاہتے ؟ تو پھر انتظار کریں، جب آپ کا کوئی ہم قبیلہ آپ کو زدوکوب کرے، ذلیل وخوار کرے، آپ کو بلاوجہ گالی گلوج کرے، تب ممکن ہے کہ کچھ ہوش آ جائے۔امن وامان اور چین وسکون اسلامی نظریات میں ہے، نہ کہ خود ساختہ نظریات میں۔

مذہبی عداوت

جس طرح مذہبی اخوت عالم گیر ہے۔اسی طرح مذہبی عداوت بھی عالم گیر ہے۔کوئی غیر مسلم آپ کا حقیقی اور سچا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔خواہ وہ اپنی دشمنی کی وجہ کچھ بھی بیان کرے۔بھارت میں اسلام دشمنی کا اظہار پاکستان دشمنی کے نام پر کیا جاتا ہے۔بھارت کے برہمن لوگ جب بھارتی مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے، پھر وہ پاکستان کا نام لے کر اسلام دشمنی کا اظہار کرتے ہیں اور اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے ہیں۔

ہم نے سیاسی سطح پر مول نواسی اقوام سے اتحاد کی بات کی ہے تو وہ ایک ضرورت وحاجت کے سبب۔ مجبوری میں مردے کا گوشت کھانا جائز ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بلا مجبوری بھی مردار کھالیا جائے۔یہ بھی یاد رکھیں کہ مول نواسی قوموں کے تعلیم یافتگان کسی مذہب سے منسلک نہیں۔صرف ان کا میلان گوتم بدھ کی طرف ہے، نیز وہ مسلمانوں کو یہ سمجھ کر قبول کرتے ہیں کہ بھارتی مسلمان ہمارے قبیلہ کے لوگ یعنی مول نواسی ہیں۔

مشربی اختلاف

کسی بھی ظنی اور غیر منصوص مسئلہ میں ہر محقق کو آداب اختلاف کی پابندی کرتے ہوئے اپنی تحقیق پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔کوئی محقق معصوم نہیں۔ہر غیر معصوم سے خطا ہوسکتی ہے، اس لیے کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہماری تحقیق یا ہمارے پیر کی تحقیق عنداللہ صحیح ہے۔بس اصول وضابطہ کے اعتبار سے جو تحقیق صحیح ہے، اس کو صحیح تسلیم کیا جائے گا اور جو اصول وقانون کے اعتبار سے غلط ہے، اس کو غلط مانا جائے گا۔

علمی اختلاف کے تناظر میں جو لوگ شخصیات پر خلاف شرع تنقید کرتے ہیں، وہ عندالشرع مجرم ہیں۔ میں بی جے پی کا کوئی منسٹر نہیں کہ ماب لنچنگ کرنے والوں کو پھول مالا چڑھاؤں۔ہر وہ فرد جو شریعت اسلامیہ کی نظر میں مجرم ہے، وہ ہمارے نزدیک قابل مذمت ہے۔گرچہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہونے کے سبب ہمارے احباب میں سے ہو۔میری فراغت کو بائیس سال ہوگئے۔ان شاء اللہ تعالیٰ میری کوئی ایسی تحریر دستیاب نہیں ہوگی، جو خلاف شرع کسی شخصی تنقید پر مشتمل ہو۔نہ فتنہ پردازوں کی تائید میں کوئی تحریر ملنے کی امید ہے۔

کئی عشروں سے علمی اختلاف نے مشربی اختلاف کا رنگ لے لیا۔ ہر مشرب کے فتنہ پروروں کے لیے میرا یکساں نظریہ ہے،خواہ وہ سلسلہ برکاتیہ سے منسلک ہو، یا سلسلہ رضویہ سے،سلسلہ اشرفیہ کا مرید ہو، یا کسی اور سلسلہ کا معتقد ہو۔فتنہ بہر حال آتش نمرود کی طرح ہے۔جو بھی اسے بھڑکائے ،وہ مجرم ہے:واللہ الہادی

طارق انور مصباحی (کیرلا)

جاری کردہ:21:ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط ہشتم)

بھارتی مسلمانوں کا سیاست وحکومت سے منقطع اور بے تعلق ہوجانا ملت اسلامیہ کے لیے ہر قدم پر نقصان وہزیمت کا سبب بنا۔ چوں کہ علمائے کرام قومی رہنما شمار کیے جاتے ہیں،اس لیے علمائے کرام کو چاہئے کہ دستور ہند اور بھارت کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کریں،تا کہ وہ اس باب میں قوم کی صالح رہنمائی کرسکیں۔

تاریخی حقائق سے ناآشنا رہ کر آپ کوئی صحیح راہ متعین نہیں کرسکتے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ایک ناتجربہ کار اور ناآشنا انسان جب بھی کوئی نظریہ بیان کرے گا تو اس کا انجام اور نتیجہ امیدوں کے برخلاف ہوگا۔

بھارتی سیاست کا سب سے مشکل ترین مرحلہ یہ ہے کہ یہاں کی سیاست پر برہمنوں کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ یہودیوں کی طرح عیار اور مکروفریب کے ماہر ہیں۔ 1500 قبل مسیح میں یہ لوگ وسط ایشیا سے بھارت آئے اور یہاں کی مقامی حکومتوں کا تختہ پلٹ کر بھارت کے سیاہ وسپید کے مالک بن بیٹھے۔حکومت کے ساتھ مقامی لوگوں کی مذہبی قیادت پر بھی آرین قوم قابض ہوگئی اور انہیں جس طرح حکومت سے بے دخل کیا تھا،اسی طرح دھرم سے بھی نکال باہر کیا، پھران کو شودر قرار دے کرانہیں حیوانوں سے بھی بدتر درجہ دیا۔

پہلے آرین قوم موحد تھی۔ محض بھارت پر قبضہ جمانے کے لیے انہوں نے اہل بھارت کے مذہب اور ان کے رسوم ورواج کو اپنالیا، پھرخود سے مذہبی کتابیں یعنی ویدا ور اپنشد کو ترتیب دی اور قانون کی کتابیں لکھیں، جن کو’’اسمرتی‘‘ کہا جاتا ہے۔قانون کی کتابوں میں’’منوسمرتی‘‘بہت مشہور ہے۔

’’منوواد‘‘ کا لفظ بھی اسی کی مناسبت سے بولا جاتا ہے۔اس میں شودروں کے لیے یہ قانون ہے کہ شودر لوگ برہمنوں کی خدمت کے لیے پیدا ہوئے۔ یہ حکومت نہیں کرسکتے۔

اس طرح آریوں نے بھارت کے مقامی باشندوں کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنالیا۔ ویدک دھرم (سناتن دھرم/ ہندودھرم) کی بنیاد ہی اس نظریہ پر ہے کہ شودروں کو حکومت سے محروم اور غلام بنا کر رکھا جائے ،اور آریوں کی حکومت کو مضبوطی اورقوت دی جائے۔وہ عام انسانوں کی فلاح وبہبود کا مذہب نہیں۔ یہ خاص کر آریوں کی فلاح وصلاح اوران کی حکومت کو برقراررکھنے کے واسطے برہمنوں کے ذریعہ بنایا گیا ایک دھرم ہے۔

1909 میں بھارت میں انگریزی حکومت نے مارلے منٹوا یکٹ لایا۔اس میں بتایا گیا کہ سیاسی انتخابات میں بھارت کے ہرایک فرد کوایک ووٹ کا حق ہوگا۔اب برہمنوں نے اپنی اکثریت ثابت کرنے کے

واسطے شودروں کو بھی ہندو بنالیا، اور ہندودھرم (ویدک دھرم) کو عوامی مذہب بنا کر پیش کیا، لیکن آج بھی شودروں کو مندر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ چند سال قبل صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند کو اڑیسہ میں مندر میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ شودر قومیں محض سیاسی ہندو ہیں، دھرم میں ہندو نہیں۔

برہمن ایسی قوم ہے جو قریباً ساڑھے تین ہزار سالوں سے سیاست میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس کا مقابلہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ وہ سیاسی نشیب وفراز سے خوب واقف ہے۔ وہ اپنی قلت تعداد کے باوجود بھارت کے حکمراں اور حکومتی شعبوں پر قابض ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ یہی قوم مسلمانوں اور شودروں پر ظلم کرتی ہے۔ آپس میں لڑاتی ہے، پھر انہیں کے ووٹوں سے انتخابات میں جیت کر حکومت پر قابض ہو جاتی ہے۔

آزادی کے بعد شودروں میں جب تعلیم آئی تو ان میں کچھ شعور بھی آیا اور وہ سیاسی اتھل پتھل کو سمجھنے لگے۔ مسلم تعلیم یافتگان سیاسی پارٹیوں کی غلامی میں لگے رہے۔ کبھی اِس کے ساتھ، کبھی اُس کے ساتھ۔

ماضی قریب کے بعض علما اور دانشوروں نے سیاسی محاذ کے صحیح نقوش بتائے تھے۔ ان علما ودانشوران میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور ان کے شاگرد وخلیفہ صدر الافاضل مرادآبادی کے نام سرفہرست ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہر کافر ہمارا دشمن ہی ہے، لیکن ہمیں بوقت حاجت سیاسی محاذ پر اس کافر گروہ کے ساتھ رہنا چاہئے، جو ہمیں کم نقصان پہنچائے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بعض مشرک قبائل کو حضور اقدس تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا حلیف بنایا تھا۔ اس طرح سیرت نبوی سے بھی ہمیں ایک روشنی ملتی ہے۔

امام احمد رضا قادری اور صدر الافاضل نے برہمن ازم کو قوم مسلم کے لیے سخت خطرناک بتایا۔ اس وقت برہمنوں نے برہمن ازم کو ہندوازم کا نام دیا تھا۔ اب اسی صنم خانے سے ''مول نواسی اقوام'' (شودر اقوام/ بھارت کے اصل باشندگان) کی جدائی اور قوم مسلم کے لیے ان کے ہمدردانہ جذبات امید کی روشنی دکھاتی ہے۔

جب مول نواسی اقوام کو سیاسی کامیابی نصیب ہوگی تو امید ہے کہ قوم مسلم کو بھی کچھ بھلائیاں نصیب ہوں۔ ہماری امیدوں کا سبب مول نواسی اقوام کی تحریکیں ہیں جو مسلسل بیداری لانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

علمائے کرام کو چاہئے کہ عہد ماضی میں برہمنوں کی سیاسی ریشہ دوانیوں کی تاریخ پڑھیں اور خاص کر عہد مغلیہ کے زوال 1857 سے آزادی ہند تک برہمنوں کے سیاسی افکار ونظریات کا غائرانہ مطالعہ کریں۔

آزادی سے قبل برہمنوں نے بھارت کا جو نقشہ تیار کیا تھا، وہ اسی انداز پر ملک کو چلا رہے ہیں۔ خواہ مرکز میں کانگریسی حکومت ہو، یا بی جے پی کی حکومت۔ دونوں پارٹیاں متعصب برہمنوں کی ہے۔ ایک کا تعصب ظاہر ہے، ایک کا پوشیدہ۔ مسلمانوں اور شودروں کو باہمی نزاع میں مبتلا کر کے وہ لوگ ملک پر قابض ہیں۔

فرقہ وارانہ فسادات میں یہی دونوں قومیں (مسلم اور شودر) مرتی اور کٹتی ہیں۔ انہیں کو جیل جانا پڑتا ہے۔

برہمن قوم صرف سازش کرتی ہے،اور شودروں کو مسلمانوں کے خلاف ورغلاتی ہے۔ یہ لوگ فسادات میں عملی حصہ نہیں لیتے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اصلی دشمن وہی ہے جو ہمیں لڑاتا ہے اور ہمارے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے۔

شودروں کو نہ صرف ورغلایا جاتا ہے، بلکہ ہتھیار چلانے اور توڑ پھوڑ کرنے کی ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔ سالہا سال شودروں کی ذہن سازی کی جاتی ہے۔تب وہ فسادات کے موقع پر خون خوار درندہ بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔مسلمانوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ان کی دوکان ومکان اور جائیدادوں کو تباہ کرتے ہیں۔ان کی عورتوں کی عصمت دری کرتے ہیں۔یہ ایسے درندہ ہوجاتے ہیں کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی ہلاک کر دیتے ہیں۔

ایسی صورت میں لازم ہے کہ دونوں قومیں سیاسی محاذ پر متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے کے دست وبازو بن کر فتنہ پروروں کو حکومت وسیاست سے بے دخل کر دیں، تا کہ باہمی قتل وقتال اور ہلاکت خیزیوں پر قابو پایا جا سکے۔ان دونوں قوموں کا اتحاد بہت مشکل نہیں، بلکہ موقع بہ موقع اتحاد ہوتا رہا ہے۔

مول نواسی اقوام کی تحریکیں باہمی اتحاد کے لیے بھی کوشش کر رہی ہیں اور دیگر اقلیتی طبقات مثلاً مسلم، سکھ، بودھ جین، وغیرہ سے بھی اتحاد کی عملی کوشش ہورہی ہے۔ ماحول میں بہت حد تک تبدیلی آ چکی ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چار پانچ سالوں میں مزید بیداری آئے اور بھارت کے ماحول میں نمایاں تبدیلی رونما ہو۔

دیوبندی جمعیۃ العلما کانگریس اور برہمنوں کی وفادار ہے تو ان سے کوئی امید نہیں۔ہمیں یہ کوشش کرنی ہوگی کہ اس جمعیت کے اثرات بد پوری قوم مسلم کو محیط نہ ہوسکے۔ہم اپنی محدود اور کمزور آواز پر بہت زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتے ،لیکن رحمت الٰہی پر ضرور اعتماد ہے۔اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے۔اس کی مشیت کے بغیر ایک پتہ نہیں ہلتا،اور جب حکم ''کن'' جاری فرمائے تو چشم زدن میں ساری کائنات زیروزبر ہو جائے۔

ع/ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

کسی جمہوری ملک میں اکثریت کا سیاست وحکومت سے جدا ہو جانا اس کے لیے سخت نقصان دہ ہے، پھر ایسی اقلیت کا سیاست وحکومت سے دستبردار ہو جانا کس قدر ضرر رساں ہوگا،جس کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی مسلسل کوشش کی جارہی ہو۔1930 سے 1940 کے عشرہ میں برہمنوں کے قافلے اسپین گھوم کر آئے ہیں، تا کہ وہاں جس طرح اسلام کے نام لیواؤں کا نام ونشان مٹایا گیا، وہ عمل بھارت میں بھی دہرایا جا سکے۔

بھارت کے مسلم عوام اور علما دونوں سخت غفلت میں مبتلا ہیں اور مسلم لیڈر جس پارٹی کا ہوگا ،لامحالہ وہ اپنی پارٹی کے اصول وضوابط کی پابندی کرے گا۔ایسی صورت میں مسلم لیڈروں سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کرنا بھی ہماری تاریخی غلطی ہوگی۔اگر مسلم علما بھی مسلمانوں کے وجود کے تحفظ کی خاطر اپنی فکری قوتوں کو بروئے کار نہیں لاتے ہیں تو رفتہ رفتہ حالات ایسے ہو جائیں گے کہ ہمیں غور وفکر کا بھی موقع میسر نہیں ہوگا۔

بھارت کی سیاسی تاریخ اور دستور ہند پڑھ کر کوئی فیصلہ کرنا ہے۔ بلاعلم مجتہدانہ گفتگو سے کیا حاصل؟ جو جہل مرکب میں مبتلا ہو، وہ قوم کی صحیح رہنمائی کیسے کرسکتا ہے۔ پڑھیں اور آگے بڑھیں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 23 ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط نہم)

عہد حاضر میں اکثر علمی اختلاف شخصی اختلاف کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر وہ اختلاف فریق مخالف کے آباواجداد کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے۔ اگر خانقاہ رضویہ کے کسی فرد سے اختلاف ہو تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا شمار بھی اختلافی دائرہ میں ہونے لگتا ہے، پھر ابلیس لعین اس انسان کا رخ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات کی طرف موڑ دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آدمی امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے بیان کردہ عقائد سے منہ موڑنے لگتا ہے، اور اپنی آخرت تباہ کر لیتا ہے۔

میں ان عقل مندوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا جب خانقاہ برکاتیہ یا خانقاہ اشرفیہ کے کسی فرد سے اختلاف ہو تو ان کے جد کریم حضور اقدس تاجدار کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لایا ہوا دین اسلام آپ چھوڑ دیں گے؟

ع/ بریں عقل ودانش بباید گریست

عقائد حقہ پر انگشت نمائی کرنا شیطانی وسوسوں کا نتیجہ ہے۔ ابلیس ہمارے قلب وذہن میں وسوسہ پیوست کرتا جاتا ہے اور ہم شعوری یا لاشعوری طور پر غلط راہ پر جا پڑتے ہیں، اور شیطان کو خوش ہونے کا ایک موقع فراہم ہو جاتا ہے۔ آپ کل تک جن عقائد کو حق کہتے تھے، آج ان عقائد حقہ پر شکوک وشبہات کا اظہار کر کے اپنے متعلقین ومعتقدین کو بھی مذبذب بنا رہے ہیں، حالاں کہ آپ کے آباواجداد اور آپ کے شیوخ واساتذہ بھی ان ہی اعتقادات پر قائم تھے تو گویا آپ نے ان تمام کو بھی سوال کے دائرہ میں لا کھڑا کیا۔ یہ شیطانی فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ ہمارے سر پر مکھی بیٹھ جائے تو ہم مکھی بھگائیں، نہ کہ اپنا سر پھوڑ ڈالیں۔

ع/ عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جو کچھ بیان فرمایا، وہ مذہب اسلام اور مسلک اہل سنت وجماعت کے عقائد ومسائل ہیں۔ ان عقائد ومسائل پر اسلاف کرام کی کتابوں سے حوالے منقول ہیں۔ ان میں سے جو امور ضروریات دین یا ضروریات اہل سنت میں سے ہیں، ان کو ماننا ضروری ہے۔ ضروریات دین کا منکر اسلام سے خارج ہے اور ضروریات اہل سنت کا منکر اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔

آپ کا جس شخص سے علمی اختلاف ہے، وہ علمی اختلاف شخصی اختلاف سے بدل جانا بھی غلط ہے اور اس اختلاف کا اس کی آل واولاد یا اس کے آباواجداد تک متعدی ہو جانا بھی غلط ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ کبھی یہ

اختلاف فریقین کے جملہ احباب و متعلقین اور مریدین و معتقدین کو محیط ہو جاتا ہے اور صدیوں جاری رہتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ کسی اختلاف کے رنجیدہ اثرات کا برقرار رہنا ہی غلط ہے۔ وسعت ظرفی کا تقاضا تو یہی ہے کہ عفو و درگزر کی راہ اختیار کی جائے اور احباب اہل سنت باہم شیر و شکر ہو جائیں۔ یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے۔

بھارت میں گاہے بگاہے بدمذہبوں سے سیاسی اتحاد کے نعرے بلند ہو جاتے ہیں، لیکن اہل حق کے اتحاد کی آواز نہیں سنائی دیتی۔ جس اتحاد کا حکم شریعت اسلامیہ دیتی ہے، اس بارے میں وحشت ناک خموشی اور چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا رہتا ہے، اور جس اتحاد کی ممانعت ہے، موقع بموقع اس اتحاد کا شوق ہمارے دلوں میں بیدار ہوتا رہتا ہے، کیا یہ تلبیس ابلیس نہیں؟ دراصل یہ شیطانی فتنہ ہے، جس پر ہم غور نہیں کر پا رہے ہیں۔

بھائیو! شیطان کو اپنے قلب و ذہن پر قابض مت ہونے دو۔ اپنے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے ہر خیال کا شرعی حکم اسلامی کتابوں میں دیکھو۔ اگر وہ خیال اسلامی اصولوں کے خلاف ہے تو سمجھ لو کہ شیطانی وسوسہ ہے۔

عصر حاضر میں بعض لوگ غزالی و رازی بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں اور سنی مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ منہاجی، سراوی، پھلواروی، نیم رافضی وغیرہ تمام گمراہ طبقات سے پرہیز کریں۔

یہ لوگ نیاز و فاتحہ، عرس و میلاد کے قائل ہیں، لیکن ان کے عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں۔ کسی کی شان و شوکت دیکھ کر اس کے ساتھ نہ جائیں۔ یہ جاہ و حشمت دنیا تک محدود ہے، جب کہ آپ کو ہمیشہ عالم آخرت میں رہنا ہے۔ دنیا سے کب رخصتی ہو جائے، اس کا کچھ پتہ نہیں، پس جس کا پتہ ہے، اسی پر نظر رکھیں۔

طارق انور مصباحی

جاری کردہ: 23: ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

آؤ! اپنی اصلاح کریں

(قسط دہم)

اپنی شخصیت کی تعمیر وترقی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کے مختلف حصوں کا باہمی تقابل کریں۔اپنی حیات کے موجودہ ایام اور گزشتہ حصوں پر غور کریں۔ہر انسان کی زندگی کا کوئی ایسا حصہ ہوتا ہے ،جب وہ اعمال صالحہ،اخلاق فاضلہ اور دیگر خوبیوں کے اعتبار سے یادگار حصہ ہوتا ہے۔اگر عہد ماضی کا کوئی حصہ ایسا ہے تو آپ خود کو پھر اپنی اسی منزل پر لانے کی کوشش کریں،جس پر پہلے کبھی تھے۔

اگر اعمال واخلاق اور دیگر خوبیوں کے اعتبار سے آپ کی حیات مستعار کا سب سے قابل قدر حصہ حالیہ ایام ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے رہیں،تاکہ امور حسنہ میں آپ کی ترقی ہوتی جائے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:{لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ}(سورہ ابراہیم:آیت 7)

ترجمہ:اگر احسان مانوگے تو میں تمہیں اور دوں گا۔(کنز الایمان)

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔تعجب تو اس پر ہے کہ انسان خود اپنا دشمن بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو تباہ وبرباد کرنے کی فکر میں ہر وقت مدہوش رہتا ہے۔دراصل یہ شیطانی فریب ہے کہ انسان کو دل فریب انداز میں تباہی وبربادی کی خندق میں ڈھکیل دیتا ہے۔انسان اس پستی میں گر کر بھی دل ہی دل ہی میں خوش ہوتا ہے اور حیرت بالائے حیرت یہ کہ اپنی شکست ونا کامی کو اپنی فتح مندی وکامرانی تصور کرتا ہے۔

جب آپ اپنے معاصرین میں سے کسی افضل وبرتر کی فضیلت وبرتری پر غور وخوض کریں گے تو ممکن ہے کہ آپ کے دل میں اسی کی مثل ہونے کی تمنا اور جذبہ بیدار ہو جائے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں بغض وحسد پیدا ہو جائے،پھر آپ اس کی بدگوئی اور بدخواہی میں مبتلا ہو جائیں۔

اگر آپ اپنے سے کسی کم رتبہ کی خستہ حالت پر نظر گاڑتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں اس کی خیر خواہی کا جذبہ جاگ اٹھے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں غرور وتکبر اور اس سے بلند رتبہ ہونے کا زعم پیدا ہو جائے۔ہمیں اس مصیبت سے نجات کے لیے کوئی ترکیب اپنانی ہوگی،ورنہ شیطان ہمیں تباہ کردے گا۔

ہمیں نفس اور شیطان کے فریب سے محفوظ رہنے کے لیے اس صورت کو اپنانا ہوگا جس پر عمل آسان ہو۔

شیطانی فریب سے بچنے کا نسخہ میری نظر میں یہی ہے کہ آپ دوسروں سے غافل ہو جائیں اور اپنی شخصیت سازی میں منہمک ومشغول ہو جائیں۔اپنے باطن کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کریں۔

جب آپ اپنے باطن کو سنوارنے , سجانے اور تزکیہ نفس میں مصروف ہو جائیں گے تو ظاہری دکھاوے کی نہ ضرورت محسوس ہوگی ، نہ آپ کا قلب وذہن اس جانب مائل ہوگا۔ دراصل خالی ہانڈی سے آواز آتی ہے، بھرا برتن خاموش رہتا ہے۔ آپ کے لیے نیک مشورہ یہی ہے کہ خالی ہانڈی بن کر شور مچاتے نہ پھریں۔

قسط اول میں ہم نے جس پر تنقید کی تھی ، وہ اپنے آپ کو افضل بتانے کا نظریہ تھا۔قسط اخیر میں ہم نے جس کی ترغیب دی ہے، وہ اپنے آپ کو افضل بنانے کا نسخہ ہے۔ اُسے ترک کریں، اِسے اختیار کریں۔

وما علینا الا البلاغ

طارق انور مصباحی

جاری کردہ:25:ستمبر 2020

☆☆☆☆☆

اطـــــلاع: ان شاء اللہ تعالیٰ سوشل میڈیا پر نشر شدہ مضامین کا مجموعہ ''دیوان لوح وقلم'' 15:اکتوبر 2020 تک منظر عام آ جائے گا: وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم